اردو اور ہندی کا لسانی رشتہ

ڈاکٹر سورج دیو سنگھ

اردو اور ہندی کے لسانی رشتے سے بحث کرنے سے قبل یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ ان دونوں زبانوں سے کیا مراد ہے۔ اردو، ہندی، ہندوستانی اور کھڑی بولی الگ الگ زبانوں کے نام ہیں یا ان میں سے کچھ یا سب ایک ہی زبان پر دلالت کرتے ہیں۔ ماہرین زبان کا ایک بڑا طبقہ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ کھڑی بولی ہندوستانی کا دیوناگری روپ ہندی ہے جس کی ابتدا فورٹ ولیم کالج سے ہوئی۔ موجودہ ہندی کے بارے میں یہ رائے اس لیے قرین قیاس ہے کہ اس سے پہلے کوئی تاریخی و لسانی استدلال ایسا نہیں ملتا جو ہندی کو کھڑی بولی کی روایت سے جوڑے۔ نام دیو اور کبیر کی شاعری لسانی اعتبار سے اپنے عہد کی کھڑی بولی میں ضرور ہے لیکن محض رسم خط کی بنیاد پر اسے ہندی کی ادبی روایت نہیں کہا جا سکتا۔ بالکل ''پدماوت'' ملک محمد جائسی، ''چتراولی'' ملک محمد جائسی اور ''نورس'' ابراہم عادل شاہ کی طرح جو اردو رسم خط میں لکھی گئی ہیں لیکن اردو نہیں ہیں۔

بعض ہندی ماہرین کا خیال ہے کہ ہندی کی ابتدا دسویں صدی عیسوی یا اس سے پہلے ہوئی۔ اس نظریے کی حمایت میں جو تاریخی و لسانی استدلال پیش کیے گیے ہیں ان کی صحت پر شبہہ ہے۔ دراصل یہ غلط فہمی لفظ 'ہندی' کی وجہ سے ہوئی ہے جسے مغربی و مشرقی ماہرینِ لسانیات نے ہند آریائی زبانوں کے مطالعے میں کثرت سے استعمال کیا ہے۔ گریرسن اپنی گروہ بندی میں وسطی اور اندرونی حلقے کی زبانوں کو مشرقی ہندی اور مغربی ہندی کہتا ہے۔ مشہور ماہرِ لسانیات سنیتی کمار چٹرجی بھی مشرقی ہندی اور مغربی ہندی کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں۔ اسی لفظ کو ہندی والے لے اڑے اور انھوں نے تصور کر لیا کہ بہت پہلے قدیم ہندی ایک زبان تھی جس کی مختلف بولیوں کو بعض لسانی خصوصیات کی بنیاد پر مشرقی ہندی اور مغربی ہندی میں بانٹ دیا گیا اسی لیے اہلِ ہندی کی اکثریت آج بھی برج، قنوجی، بندیلی، ہریانی اردو یہاں تک کہ میتھلی، بھوج پوری، اودھی، راجستھانی اور پنجابی وغیرہ کو ہندی کی بولیاں قرار دیتی ہے۔ لیکن ان کے اس قیاس کی کوئی لسانی توجیہہ نہیں ہے۔ زبانوں کی اس فہرست میں اکثر وہ زبانیں ہیں جن کی لسانی تاریخ اسی وقت سے شروع ہوئی جب موجودہ ہندی اپنی پیدائش کے ابتدائی مراحل سے بھی دور تھی۔

یہاں بنیادی غلط فہمی یہ ہوئی ہے کہ ہندی والوں نے 'ہندی' لفظ کو موجودہ ہندی سے جوڑ کر اسے اپنی زبان کی لسانی تاریخ کا حصہ بنالیا اور اردو کی لسانی تاریخ کو توڑ مروڑ کر اسے ہندی کی تاریخ کہنے لگے۔ دراصل ہندی (ہند یعنی ہندوستان + یائے نسبتی (=) برابر ہندی بمعنی ہند سے متعلق) لفظ فارسی اور فارسی ترکیب سے بنا ہے جسے باہر سے آنے والی سامی، ترکی و ایرانی قوموں نے ہندوستانیوں کے لیے اختراع کیا۔ بعد میں یہ لفظ عربی و فارسی بولنے والے نو واردوں اور مقامی لوگوں کے باہم اختلاط سے پیدا ہونے والی زبان کے لیے مخصوص ہو گیا۔ مسعود سعد سلمان اور امیر خسرو نے اپنی زبان کو ہندی ہی کہا ہے۔ گیارہویں صدی کے نصف آخر سے اٹھارہویں صدی عیسوی تک یہ ہندی لفظ 'اردو' کے لیے برابر استعمال ہوتا رہا۔ بعد میں انشا اللہ خاں انشا نے ''دریائے لطافت'' اور ''رانی کیتکی کی کہانی''، مرزا غالب نے 'عودِ ہندی'' یہاں تک کہ مولانا محمد حسین آزاد وغیرہ نے بھی ہندی لفظ کو اپنی زبان کے لیے اپنی تحریروں میں استعمال کرتے رہے ہیں۔ کوئی لسانی شہادت ایسی نہیں ملتی جو موجودہ ہندی کو کھڑی بولی کی روایت کے ساتھ اٹھارہویں صدی کی آخری دھائیوں سے پیچھے لے جائے۔ موجودہ ہندی کی قدیم روایت برج ہو سکتی ہے (جیسا کہ بعض عالمِ زبان کہتے بھی ہیں۔) جس میں مذہبی شاعری ہوئی تھی، لیکن وہ کھڑی بولی نہیں۔ گیان چند جین کے مطابق ۱۹ ویں صدی کی ابتدا میں کھڑی بولی ہندی کا احیا ہوا اور اسے اردو کے نمونے پر تیار کیا گیا۔ ((اردو لسانیات صفحہ ۱۲۲، نئی دہلی) سنیتی کمار چٹرجی کے خیال میں ۱۹ ویں صدی کے وسط میں ناگری ہندی (کھڑی بولی) میں شاعری شروع ہوئی (ہند آریائی اور ہندی، صفحہ ۱۶۱) دھیرندر ورما اپنی کتاب (''ہندی بھاشا کا اتہاس'' صفحہ ۸۲) میں کہتے ہیں ''کھڑی بولی ہندی کا رواج نثری ادب میں ۱۹ ویں صدی کے نصف آخر اور نظم میں بیسویں صدی میں ہوا۔'' اس طرح مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ کھڑی بولی ہندی کی باقاعدہ روایت غدر یعنی ۱۸۵۷ء کے جد سے شروع ہوتی ہے۔ اس میں بھارتیندو ہریش چند کی کوششوں کو بڑا دخل ہے جنھوں نے کھڑی بولی کی لسانی روایت کو ناگری میں لکھنے کی مہم چلائی تھی۔

مغربی ماہرین زبان اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ موجودہ اردو اور ہندی کے علاقوں میں ایک ایسی زبان تھی جسے کھڑی بولی ہندوستانی کہا جا سکتا ہے۔ اس کی عربی و فارسی شکل اردو اور سنسکرت روپ ہندی کہلاتا ہے۔ اس

نظریے کی بنیاد فورٹ ولیم کالج کی وہ شعوری کوشش تھی جہاں اس نے ایک لسانی اکائی (کھڑی بولی اردو) کو جو اٹھارہویں صدی عیسوی تک آتے آتے ہندوستان کی لنگوافرنکا بن چکی تھی، دوحصوں میں بانٹ دیا اور تاکید کی کہ اسے عربی و فارسی الفاظ کے ساتھ اردو رسمِ خط اور سنسکرت کے تتسم الفاظ کے ساتھ دیوناگری میں لکھا جائے۔ اس طرح انگریزوں کی سیاسی حکمتِ عملی نے قوم کی طرح زبان کو بھی دوحصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ کھڑی بولی ہندوستانی اوراس کے ہندی اوراردو روپوں کا تصور دراصل لسانی وتاریخی حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ بہرحال اس طرح ایک لسانی تنازعہ کا حل ضرور نکل سکتا ہے۔ سنیتی کمار چٹرجی جیسا سنجیدہ عالم بھی ''کھڑی بولی ہندوستانی'' سے دھوکہ کھا جاتا ہے (دیکھیے ہند آریائی اور ہندی) لیکن بعد میں گاندھی میموریل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ممبئی کے ان کے توصیفی خطبات میں اس کی تلافی ہو جاتی ہے دیکھیے (INDIA A POLYGLOT NATION AND ITS LINGUISTIC PROBLEMS, 1973)

تاریخ سے قطع نظر آج یہ لسانی حقیقت ہے کہ اردواور ہندی جدید ہند آریائی زبانوں میں دو اہم الگ زبانیں ہیں۔ ان کی لسانی ساختوں کے درمیان زبردست مماثلت کی وجہ 'کھڑی بولی ہندوستانی' ہے۔ جس میں سے خصوصاً ہندی نکالی گئی ہے۔ جو اختلافات ہیں وہ عربی وفارسی اور سنسکرت کی طرف ان کے الگ الگ جھکاؤ کا نتیجہ ہیں۔ ذیل میں اردواور موجودہ ہندی کے اختلافات اورمماثلت کا مجموعی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

اردو اور ہندی کا صوتی نظام تقریباً ایک ہے۔ سوائے چند آوازوں کے جیسے 'ق، غ جو ہندی میں تلفظ نہیں ہوتیں۔ ز آواز اردو میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے لیکن ہندی میں ج سے بدلتی رہتی ہے، جیسے زمین کو جمین کہنا، جلیل کا ذلیل یا ذلیل کا جلیل ہو جانا ہندی میں کوئی معنی نہیں رکھتا جبکہ اردو میں دونوں لفظوں کے معنی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح اردو میں 'ف' آواز ہے جو ہندی میں 'پھ' بن جاتی ہے۔ 'ں' آواز کی ہندی میں بنیادی حیثیت ہے اور گنگا میں حسب ترتیب 'ج' اور 'گ' سے پہلے آتے ہیں اردو میں ظاہر نہیں کیے جاتے۔ ہندی میں ان کے لیے اور حروف ہیں۔ جہاں تک مصوتوں کا تعلق ہے دونوں میں ان کا نظام تقریباً یکساں ہے۔

اردو میں لفظ کے شروع میں مصمتی خوشوں کا رواج نہیں ہے لیکن ہندی میں یہ خصوصاً سنسکرت الفاظ کے مطابق رسمی طور پر تلفظ ہوتے ہیں۔ عام طور پر بول چال میں یہ ٹوٹ بھی جاتے ہیں، ستھان کی جگہ استھان، پریے کی جگہ پریے وغیرہ لفظ کے آخر میں مصمتی خوشے دونوں زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں لیکن ہندی میں یہ عربی و فارسی الفاظ کا تلفظ کرتے وقت ٹوٹ جاتے ہیں جیسے ستھان کی جگہ استھان، پریے کی جگہ پریے وغیرہ۔ لفظ کے آخر میں مصمتی خوشے دونوں زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں لیکن ہندی میں یہ عربی و فارسی الفاظ کا تلفظ کرتے وقت ٹوٹ جاتے ہیں؛ جیسے درد کے بجائے دَرَد، سخت کے بجائے سَخَت وغیرہ۔ بالکل اردو کی طرح جو سنسکرت الفاظ تلفظ کرتے وقت ان کے درمیان یا آخر میں مصوتہ جوڑ دیتی ہے؛ جیسے اندر کے بجائے اِندر (اِندر سبھا) چندر کے بجائے چندَر (کرشن چندر) وغیرہ۔ لفظ کے آخر میں ہندی کا ہر مصمتہ حرکت پر ختم ہوتا ہے جبکہ اردو میں ساکن رہتا ہے۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں دیسی الفاظ کا تلفظ اردو اور ہندی میں الگ الگ ہوتا ہے جیسے نا َگن (ہندی) ناگن (اردو) امِرت (ہندی) امرَت (اردو) سورگیہ (ہندی) سورگی (اردو) وغیرہ۔ لفظ کے آخر میں ہندی اردو کے مقابلے میں مشدّد مصمتوں کو ترجیح دیتی ہے جیسے اُجڑ (ہندی) اُجڑ (اردو) اردو میں یہ عمل عربی الفاظ کے ساتھ بھی ہوتا ہے مثلاً حدّ کے بجائے حد، ضِدّ کے بجائے ضِد وغیرہ۔ لفظ کے آخر میں ہ آواز خصوصاً ضمیروں میں اپنے پورے مخرج کے ساتھ ہندی میں تلفظ ہوتی ہے جبکہ اردو میں گر جاتی ہے۔ اردو میں بعض الفاظ کی ساکن ہ آواز کو حذف کر کے اس سے قبل کے خفیف مصوتے کو ہندی میں طویل کر دیا جاتا ہے جیسے فہرست (اردو) فیرست (ہندی) کچہری (اردو) کچیری (ہندی) وغیرہ۔

اردو نے عربی و فارسی کے اثر سے اپنے لسانی سرمائے میں کافی اضافہ کیا ہے۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں ان زبانوں کے الفاظ سے مصادر بنا لیے گیے ہیں۔ جیسے بدل سے بدلنا، قبول سے قبولنا، شرم سے شرمانا، خرید سے خریدنا وغیرہ۔ یہ الفاظ ہندی میں اردو کے توسل سے ہی پہنچے ہیں۔ اس طرح کی مثالیں دیگر ترکیبوں کے ساتھ بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ پنچ رنگا، بازارو، جوشیلا، نُکیلا، بے بس، بے چین، بدچلن، نیک چلن، بہتات، دھوکے باز، ناکہ بندی، پاگل خانہ، چمکدار، سنسنی خیز، غنڈہ گردی، مٹرگشت وغیرہ کو ہندی میں بھی بلا تکلف استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسے متعدد مرکبات جن کا ایک جز فارسی یا عربی ہے اور دوسرا دیسی۔ ہندی نے اردو سے مستعار لیے ہیں۔ گلاب جامن، گھرسوار، سبزی

منڈی، کوڑھ مغز (فارسی اور دیسی الفاظ پر مشتمل مرکبات) عجائب گھر، لکن چور، دودھ شریک (عربی اور فارسی الفاظ پر مشتمل مرکبات) وغیرہ۔ اردو میں فارسی کی یائے نسبتی عام طور پر استعمال ہوتی ہے۔ جیسے پنچایتی، پچھّم، درستی وغیرہ۔ یہ الفاظ ہندی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح فارسی لاحقہ۔ی اسمیت کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ جیسے چور سے چوری، ڈاکٹر سی ڈاکٹری، ناسمجھ سے ناسمجھی جو ہندی میں اردو کے توسل سے پہنچا ہے۔ اردو کے بیشتر محاورات ہندی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں وہ بھی شامل ہیں جو فارسی سے ترجمہ کیے گیے ہیں؛ مثلاً سر آنکھوں پر (بسر وچشم)، بات پکڑنا (حرف گرفتن) وغیرہ۔ اردو نے عربی اور فارسی سے متعدد تمیزیں (Adverbs) مستعار لی ہیں جیسے فوراً، شاید، اگر، مگر اور ہرگز وغیرہ۔ انھیں ہندی نے بھی اپنے سرمائے میں شامل کرلیا ہے۔ عربی اور فارسی سے مستعار لیے ہوئے الفاظ اردو میں معنی، تذکیر و تانیث اور تلفظ کے اعتبار سے بدل گیے ہیں۔ ہو بہو یہی اردو شکلیں ہندی میں بھی ملتی ہیں۔

نحوی اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو کی نحوی ترکیب اس کی اپنی ہے جس کے اصولوں کی پابندی ہندی میں بھی کی جاتی ہے۔ قدیم اردو میں عربی اور فارسی ظرف کی ترکیبیں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر شاہ عبدالقادر کے ترجمہ قران کے جملے یا تحسین کی نوطرزِ مرصع، لیکن انشا کی ''رانی کیتکی کی کہانی'' اردو نثر نکھر کر اپنا فطری انداز اپنا لیتی ہے۔ عربی اور فارسی مرکبات کے ساتھ البتہ ترتیب بدل جاتی ہے؛ مردِ نیک، شیر پنجاب، شعرالہند وغیرہ۔ اردو میں جمع یا تانیث کی صورت مصدر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی؛ جیسے ہم کو جلسے کرنا ہے، مجھ کو دوا پینا ہے۔ یہ نیا رجحان ہے۔ قدیم اردو میں جمع یا تانیث کے مطابق مصدر بدل جاتے تھے۔ موجودہ ہندی نے تمام ضمائر اردو سے لیے ہیں البتہ انفرادیت قائم کرنے کے لیے ان کے تلفظ میں تھوڑی بہت تبدیلی کر دی ہے جیسے یہِ (اردو)، یہ (ہندی)، وُہ (اردو) وہ (ہندی کا ہاکاریت کے ساتھ) وغیرہ۔

حسبِ بالا لسانی حقائق کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو اور ہندی دو الگ الگ زبانیں ہوتے ہوئے بھی نحوی اعتبار سے ایک ہیں۔ ان کے لسانی سرمائے کا کثیر حصہ تقریباً یکساں ہے۔ اس مماثلت کی وجہ یہ ہے کہ ہندی نے اردو کے لسانی سرمائے کو ناگری شکل دے کر جو کا توں اپنا لیا ہے۔ اردو اور ہندی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اردو زبان عربی اور فارسی الفاظ اور ان کی مدد سے تشکیل دی گئی ہے ترکیبوں اور ترتیبوں کو باستثنائے فعل، ضمیر، حرف زیادہ استعمال

کرتی ہے جبکہ ہندی میں سنسکرت پر زیادہ زور ہے۔ جدید ہندی میں اردو کے مقابلے سنسکرت لااصل الفاظ کو زیادہ ترجیح دی جارہی ہے جس کی وجہ سے اردو اور ہندی کے درمیان فاصلے بڑھتے جارہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو اور ہندی کی ادبی روایت تو مختلف تھی ہی آج اپنے لسانی مفہوم میں بھی دوالگ زبانیں بن چکی ہیں

ہندوستان میں دنیا کا سب سے بڑا لسانی المیہ یہ ہے کہ جس زبان نے صدیوں کی تراش خراش کے بعد اپنے کو بناسنوار کر اس قابل بنایا کہ اسے قبولِ عام کی سند حاصل ہوئی اور ملک کی لنگوافرینکا بنی۔ آج دیوناگری شکل دے کر اسے رد کر دیا گیا ہے اور ایک مردہ زبان کے تتسم الفاظ شامل کرکے اسے مصنوعی شکل دی جارہی ہے۔ یہاں دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اور طرح ملک کی دوسری زبانوں سے ہندی کا رشتہ مضبوط ہوگا۔ کیوں کہ ان تمام زبانوں کا سرچشمہ سنسکرت ہی ہے۔ ایسا سوچنے والے شاید اس لسانی حقیقت سے چشم پوشی کررہے ہیں کہ سنسکرت نے ہزاروں سال کا لمبا سفر طے کر کے صوتی، صرفی، نحوی اور لفظی اعتبار سے جو نئے روپ اختیار کیے ہیں وہی جدید ہند آریائی کی مختلف زبانیں کہلاتی ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سنسکرت کے تتسم روپ ان زبانوں کے تلفظ، قواعد اور لغت سے ہم آہنگ ہوں گے۔

ڈاکٹر سورج دیو سنگھ

صدر، شعبہ اردو، مگدھ مہیلا کالج

پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

کتابیات

(۱) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، اردو زبان ولسانیات، ۲۰۰۶ء، رام پور رضا لائبریری، اتر پردیش۔

(۲) ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، اردو کی لسانی تشکیل، ۲۰۰۰ء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

(۳) ڈاکٹر سنیتی کمار چٹر جی، ہند آریائی اور ہندی، ۱۹۸۳ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔

(۴) ڈاکٹر مسعود حسین خاں، اردو زبان اور ادب، ۱۹۸۳ء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

(۵) ڈاکٹر مسعود حسین خاں، اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا کا مسئلہ،

(۶) ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات، ۲۰۰۳ء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

(۷) ڈاکٹر حمیرا جلیلی، قطب مشتری از اسد اللہ وجہی، ۲۰۰۰ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔

(۸) اردو ساخت کی بنیادی عناصر از پروفیسر نصیر احمد خاں

(۹) ڈاکٹر گیان چند جین، لسانی مطالعے، ۱۹۹۱ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔

(۱۰) ڈاکٹر گیان چند جین، ایک باشا: دو لکھاوٹ، دو ادب، ۲۰۰۵ء، ایجوکیشنل پبلسنگ ہاؤس، نئی دہلی۔